ڈاکٹر شائستہ حمید خان
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔
واصف لطیف
لیکچرر، شعبہ پنجابی، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔
ڈاکٹر سفیر حیدر
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

گلوبلائزیشن اور اُردو، پنجابی ادب

Dr. Shaista Hameed Khan
Assistant Professor, Department of Urdu, GC University, Lahore.
Wasif Latif
Lecturer, Department of Urdu, GC University, Lahore.
Dr. Safeer Haider
Assistant Professor, Department of Urdu, GC University, Lahore.

Globalization and Urdu, Punjabi literature

The effects of globalization on Urdu literature may be observed with reference to thought and craft. Such effects of globalization with positive or negative inspired everybody. We can not place any barrier or hurdule in the pace of globalization. In this article an analyticlal study of the effects on Urdu, Punjabi literature by globalization are discussed which seems as an open war against humanity and literature as well between different civilizations and cultures.

Keywords: *Globe, Globalization, Urdu, Punjabi, Literature, Humanity, Culture.*

عہد حاضر میں جدید اور ترقی یافتہ ذرائع مواصلات، اطلاعات، خبر رسانی، انٹرنیٹ، ویب سائٹس، کمپیوٹر ٹیکنالوجی، آمد ورفت اور تیز ترین نقل و حمل کے باعث دنیا بھر کے ممالک تہذیبی، اقتصادی اور تجارتی لحاظ سے ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے ہیں۔ کسی بھی ملک کے لوگ دوسرے ممالک سے نہایت آسانی سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ جغرافیائی فاصلے سکڑ گئے ہیں اور یوں لگتا ہے جیسے پورا کرۂ ارض (Globe) ایک دیہات بن گیا ہو۔ اس صورتِ حال کو گلوبلائزیشن یا عالمی قرب وملاپ کہا جاتا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

گلوبلائزیشن کی تعریف: ''اس سے مراد ہے تکنیکی، معاشی، سیاسی، تعلیمی اور ثقافتی اقدار (Values) کا عالمی سطح پر باہم تبادلہ جو جدید نوعیت کے خبر رسانی اور اطلاعاتی ذرائع کے باعث وسیع پیمانے پر ہو رہا ہو۔'' سادہ الفاظ میں گلوبلائزیشن سے مراد دنیا بھر کے مختلف ممالک کے لوگوں کا تہذیبی، اقتصادی اور تجارتی لحاظ سے آپس میں فوری آسان اور وسیع درجے کا میل ملاپ ہے:

> "Globalization means increasing the interpendence, cennectivity and integration on a global level with respect to social, cultural, political, technological, and ecological levels."(1)

دُنیا ایک گلوبل ولیج یا عالمگیر گائوں بن گئی ہے۔ جیسے گائوں میں سب کو ایک دوسرے کی خبر ہوتی ہے بالکل اسی طرح دنیا میں ذرائع ابلاغ اس قدر ترقی کر گئے ہیں کہ پوری دُنیا کا ایک دوسرے سے پلک جھپکتے ہی رابطہ ممکن ہے جبکہ ماضی کے حالات بقول شاعر کچھ یوں تھے:

کیا جانوں چشمِ تر سے اُدھر دل میں کیا ہوا
کس کو خبر ہے میر سمندر کے پار کی

قبل از مسیح دور سے ہی مختلف اقوام کے مابین تجارتی روابط قائم ہو چکے تھے۔ ہڑپہ، موہنجو داڑو، بابل نینوا اور سمیرین تہذیبوں کے علاوہ یونانیوں اور عربوں کے تجارتی تعلقات کا ذکر بھی تواریخ میں موجود ہے۔ سیاحوں اور تاجروں نے دنیا کے طول و عرض میں گلوبل معیشت کی ابتدائی شکل کو متعارف کروایا جس کے نتیجے میں پیداوار، تجارت، تعلیم اور ٹیکنالوجی کی گلوبلائزیشن وجود میں آئی۔ منگولوں کے دور میں شاہراہِ ریشم کے ذریعے تجارت اور باہمی میل ملاپ میں اضافہ ہوا۔ سولھویں صدی سے عالمگیریت کا ارتقا زیادہ واضح انداز میں ہونے لگا۔

ولندیزیوں کی سمندر کے راستے نئی دنیا کی تلاش نے سولھویں صدی میں دنیا کے مختلف براعظموں کی معیشت، تجارت اور کلچر کو ایک دوسرے سے روشناس کروا کے بڑی حد تک ایک دوسرے سے مربوط کر دیا۔ ولندیزیوں کی مہم جوئی کی بدولت افریقی ساحلی آبادیوں، مشرقی جنوبی امریکہ اور جنوب مشرقی ایشیا کے ساتھ پہلی بار وسیع پیمانے پر تجارت گلوبلائزیشن کی ابتدائی شکل تسلیم کی جا سکتی ہے۔ دُنیا کے ہر کونے میں گلوبل تجارت، کالونیل سسٹم اور باہمی کلچر کی لہر پہنچ گئی۔ سولھویں سترھویں صدی میں یورپین تجارتی رسل و رسائل میں اضافہ باہمی عالمگیر

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ملاپ میں اضافے کا باعث بنا۔ اسی طرح ولندیزی اور ہسپانوی (Spanish) سلطنتوں نے امریکہ کو اپنی کالونی بنایا۔ بعد ازاں فرانس اور برطانیہ بھی اس ڈگر پر چل نکلے۔ گلوبلائزیشن نے پوری دنیا میں سب سے زیادہ اثرات کلچر اور تہذیب و ثقافت پر مرتب کیے۔ پندرھویں صدی میں پرتگال کی گونیہ (Guinea) کمپنی پہلی رجسٹرڈ کمرشل تھی جو یورپین نے دوسرے علاقوں میں دنیا کے کھوج کے زمانے میں قائم کی اور اس کا کام مصالحہ جات کی تجارت اور چیزوں کی قیمت فکس کرنا تھا۔

سترھویں ویں صدی میں گلوبلائزیشن ایک کاروباری مظہر بن گئی جب برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی جس کو پہلی ملٹی نیشنل کارپوریشن بھی کہا جاتا ہے، قائم ہوئی۔ ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی ۱۶۰۲ء اور ولندیزی ایسٹ انڈیا کمپنی ۱۶۲۸ء کو قائم ہوئیں۔ برٹش ایسٹ انڈیا دنیا کی وہ پہلی کمپنی تھی جو گلوبلائزیشن کو چلانے اور کنٹرول کرنے کے لیے شیئر جاری کرتی تھی۔ انیسویں صدی کو صحیح معنوں میں گلوبلائزیشن کا ترقی یافتہ دور کہا جا سکتا ہے جس میں بڑی بین الاقوامی تجارت شروع ہوئی اور یورپی طاقتوں اور ان کی کالونیوں میں سرمایہ داری کا آغاز ہوا۔ بدقسمتی سے پہلی جنگِ عظیم کے ساتھ ہی گلوبلائزیشن کے پہلے دور کا خاتمہ ہو گیا۔

دوسری جنگ عظیم سے گلوبلائزیشن کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ سائنس ٹیکنالوجی میں ترقی کی بدولت تجارت آسان ہو گئی۔ اشیا کی قیمتوں میں کمی واقع ہوئی۔ تجارت پر گفتگو کے باقاعدہ مراحل کا آغاز ہوا۔ GATT معاہدے سے گلوبلائزیشن میں شدت پیدا ہوئی۔ تجارتی جھگڑے حل کرنے کے لیے WTO کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ ایسی عالمگیر معاشی تبدیلی تھی جس نے مختلف تہذیبوں اور ممالک کو ایسے وسائل مہیا کیے کہ گلوبلائزیشن ایک بادل کی طرح ہماری معیشت، معاشرت اور ثقافت پر چھا گئی۔

"گلوبلائزیشن" کی اصطلاح ۱۹۴۴ء میں رائج ہوئی۔ پہلے یہ نو آبادیات کے پردے میں تھی لیکن دوسری جنگِ عظیم کے بعد اس نے خود کو بین الاقوامیت کے طور پر پیش کیا۔ آلون ٹافلز نے اپنی کتاب "The third wave" میں اس تبدیلی کے عمل کو بڑے دل چسپ انداز میں بیان کیا کہ انسانی زندگی جب سے شروع ہوئی ہے تب سے اب تک تین لہریں آئی ہیں۔ پہلی لہر صدیوں بلکہ ہزاروں سال تک جاری رہی جس میں تبدیلی کا عمل نہایت سست تھا اور یہ تبدیلی تب آئی جب یورپ میں صنعتی انقلاب برپا ہوا۔ بیسویں صدی میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے بعد تبدیلی کی رفتار تیز تر ہو گئی۔ بقول منیر نیازی:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہوش اُڑے جارہے ہیں گرمیٔ رفتار سے
دیکھتا جاتا ہوں مَیں بھُولتا جاتا ہوں میں

گلوبلائزیشن کے حالیہ دور میں انسان کی ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت، بین الاقوامی تجارت، تیزی سے پھلتی پھولتی منڈیاں، بین الثقافتی ہالی وڈ اور بالی وڈ فلمیں ایسے ذرائع ہیں جن کے ذریعے ایک ملک کے رسوم و رواج اور طرز زندگی پوری دنیا تک پہنچتے ہیں۔ گلوبلائزیشن میں بین الاقوامی سیاحت اور سفر کا بھی اثر ہے۔ ایک علاقے کے لوگ دوسرے علاقوں میں جاتے ہوئے اپنی روایات و اقدار، تہذیب و ثقافت، رسم و رواج اور عادات و خصائص جب ساتھ لے کر جاتے ہیں تو دوسرے ممالک میں جہاں اپنے اثرات چھوڑتے ہیں وہیں کچھ اثرات اُس علاقے کے بھی قبول کرتے ہیں۔ اس طرح ایک ملک کی ثقافت دوسرے ملک میں متعارف ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ گلوبلائزیشن نے مختلف شعبہ ہائے زندگی مثلاً معیشت، سیاست، ثقافت، تعلیم اور ادب پر بے شمار اثرات مرتب کیے ہیں۔

برصغیر پاک وہند پر انگریزوں کا تسلط کئی سو سال پر محیط ہے۔ انگریز ۱۸۴۹ء کو برصغیر پاک وہند کے زیادہ تر علاقوں پر اور ۱۸۵۷ء میں بشمول پنجاب پورے برصغیر پر اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ برصغیر کے علاوہ بھی کم و بیش آدھی دنیا انگریزی حکومت کی نو آبادیات میں شامل ہو چکی تھی۔ انگریزوں کی حکومت قائم ہوتے ہی ترقی کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ پورے ہندوستان میں احسن حکومتی اقدامات کے علاوہ تعلیم، صحت، کورٹ کچہری، ڈاک، ریلوے اور خاص طور پنجاب میں نہری نظام کے حوالے سے کام شروع کیا گیا۔ اس طرح جہاں تعلیم اور انگریزی تعلیم عام ہوئی وہیں یورپ اور دنیا بھر میں چل رہے اہم موضوعات و رجحانات بھی ادب کا حصہ بننا شروع ہوئے۔ جدید تعلیمی نظام کے ساتھ جدید ادبی نظریات بھی رواج پانے لگے اور برصغیر پاک و ہند کی تمام زبانوں میں جدیدیت کا رجحان فروغ پانے لگا۔ نئے انگریزی کالجز، میڈیکل اور لاء کالجز کے علاوہ یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں آنے سے جدید علوم کو فروغ ملنا شروع ہوا۔

موجودہ عہد میں علمی ادبی ترقی کا دارومدار اور اس میں تبدیلی کی بڑی وجہ مختلف ممالک کے ماہرین اور لوگوں کا باہمی ربط و تعلق اور ایک دوسرے کے نظریات سے استفادہ کرنا ہے۔ بہت سے تعلیمی پروگرام، گیمز اور سوشل پروگرام ایسے بھی ہیں جن کو فروخت کر کے بھاری منافع کمایا جاتا ہے۔ استفادہ کے لیے زیادہ تر کمپیوٹر پروگرام کاپی کیے جاتے ہیں لیکن آج کل کاپی رائٹ کی خلاف ورزی کا موضوع پوری دنیا میں ایک بڑا مسئلہ بن چکا ہے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کہ ایک ملک میں کوئی کتاب، فلم یا ڈرامہ مارکیٹ میں آتا ہے اور چند دن میں اُس کی ہو بہو کاپی یا ملتے جلتے مواد کا سیلاب سا آجاتا ہے یوں اوریجنل کام کی حق تلفی ہوتی ہے اور کریڈٹ دوسرے لے جاتے ہیں۔

انگریزی زبان دنیا بھر میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور دنیا بھر میں لینگوا فرینکا کے طور پر رائج ہو چکی ہے جس کی وجہ سے گلوبلائزیشن کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ زبان کی بدولت مختلف ممالک اور اقوام سے تعلق رکھنے والے تعلیمی اداروں کے طلبا باہم مل کر تعلیم و تحقیق میں مگن ہیں اور ایک دوسرے کے نظریات کو سمجھنے سمجھانے میں کوشاں ہیں۔ یوں عالمگیریت کے باعث علاقائی اور ملکی تعصب سے بالا ہو کر انسان انسانیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں۔ اسی طرح گلوبلائزیشن کے کچھ ثقافتی پہلو بھی ہیں۔ Erla Zwingle اپنے آرٹیکل "Globalization" میں لکھتی ہیں:

> "When cultures receive outsides influnces, they ignore some and adopt others, and then almost immediately start to transform them."(2)

اقوام عالم کے باہمی روابط کی وجہ سے ان کے درمیان ثقافتی فرق اور فاصلے مٹ چکے ہیں۔ جدید انسان کے پاس جبلت اور فطرت تو لاکھوں سال پرانی ہے مگر تیزی سے کم ہوتے فاصلوں کی بدولت زندگی میں یکسانیت واقع ہوئی ہے۔ کسی بھی قوم کی اقدار کا تعلق ثقافت سے ہوتا ہے اسی لیے اب پوری دنیا کی ثقافتوں کی اقدار میں تبدیلیاں واقع ہو رہی ہے۔ کسی بھی قوم کی تہذیب و تمدن اور ثقافت میں مذہب، روحانیت، زبان، اخلاق، سماجی قیود، خاندانی اقدار، نشست و برخاست اور قیام و طعام کی عادات وغیرہ شامل ہوتی ہیں۔ یہ بات سمجھنے کے لیے محض امریکی ملٹی نیشنل کمپنی "میکڈونلڈ" کی مثال ہی کافی ہے کہ وہ جہاں اور جیسے چاہیں، لوگوں میں کھانے کی عادات و شوق کو تبدیل کرتے جا رہے ہیں۔ اس کمپنی نے بہت بڑا بجٹ اشتہارات کے لیے مختص کیا ہوا ہے:

> "No matter where we are, we read time and newsweek, via Hollywood movies cat American food, and wear denim jeans. We see the world, whether external or our own through the eyes of CNN. If this is not cultural imperialism" (3)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

گلوبلائزیشن کی وجہ سے تفریحات، ملبوسات، طرزِ رہائش، مکانات اور بود و باش میں تمام دنیا کی ثقافتیں ایک سی ہو گئی ہیں۔ ان ثقافتوں کے مابین فرق اور فاصلے مٹ چکے ہیں۔ عالمی تہوار، میلے اور پوری دنیا کے کھیلوں کے مواقع مثلاً ورلڈ کپ، اولمپک گیمز، سارک گیمز اور میراتھن مقابلے خواہ عالمی سطح پر منعقد ہوتے ہیں مگر پاکستان کے ہر شہر میں یہ کھیلیں لوگوں کو باہم قریب لانے کا سبب بنتی ہیں: منیر نیازی اس منظر نامے کو یوں بیان کرتے ہیں:

سارے منظر ایک جیسے، ساری باتیں ایک سی
سارے دن اب ایک سے ہیں، ساری راتیں ایک سی
ایک ہی رُخ کی اسیری، خواب ہے شہروں کا اب
ان کے ماتم ایک سے، ان کی براتیں ایک سی

منیر نیازی کے ہاں یہی منظر نامہ پنجابی شاعری میں بھی ملتا ہے۔ منیر نیازی پنجابی تھے، اُن کی جائے پیدائش پنجاب تھی اور اُن کا پنجاب کے کئی شہروں سے گہرا تعلق بھی رہا۔ تقسیم ہندوستان کے نتیجے میں پیش آنے والی دنیا کی سب سے بڑی ہجرت جس میں لاکھوں لوگ مارے گئے اور ہزاروں عزتیں پامال ہوئیں اگرچہ پنجاب اور ہندوپاک کا معاملہ تھا مگر تخلیق کاروں نے یہ دُکھ اس انداز سے بیان کیا کہ وہ ایک عالمگیر احساس بن کر اُبھرا:

سارے لوکی ٹُر گئے لَے گئی نال قضا
گلیاں ہوکے بھر دیاں روندی پھرے ہوا
کندھاں سُنج مُسنجیاں کوٹھے وانگ بلا
کُوکاں دین حویلیاں ساڈے وَل نہ آ
اُجڑے پئے میدان وچ بادشاہواں دے رتھ
قبراں دے وچ سَوں گئے مہندیاں والے ہتھ (۴)

کچھ ناقدین حیات کے نزدیک "گلوبلائزیشن" مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں کے لیے کھلا اعلان جنگ بھی ہے اور جب تہذیبوں پر جنگ مسلط ہو جاتی ہے تو زوال کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ ایک امریکن اکیڈمی اسے گلوبل تہذیب اور علاقائی کلچر کا آمنے سامنے کا مقابلہ قرار دیتی ہے۔ اسی میدان کو Robert H. Jackson نے یوں بیان کیا ہے:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"Today, for the first time in history, there is one inclusive international society of global extent" (5)

میکسیکن شاعر اوکتاویو پاز نے کہا تھا:

"جب کوئی تصورِ کائنات ختم ہوتا ہے یا کوئی کلچر فنا ہوتا ہے تو زندگی کا ایک امکان ختم اور فنا ہوجاتا ہے" (۶)

گلوبلائزیشن کے زیرِ اثر یہی حال ثقافتوں کا ہوا ہے۔

ادب پر عالم گیریت کے اثرات برصغیر پاک وہند میں انگریزوں کے اثر سے آئے۔ یہ اثرات جدید فکشن اور شاعری پر بڑے واضح ہیں۔ ان کا تعلق خواہ کسی بھی جگہ سے ہو، ان میں ایسی مناسبت پائی جاتی ہے جو یکسانیت کے قریب ہے۔ بقول ڈاکٹر سہیل احمد خان: "ادب سب سے زیادہ ادب سے متاثر ہوتا ہے۔" (۷)

دورِ حاضر میں مابعد جدیدیت کا حتمی معنی ختم ہو گیا ہے۔ اب کسی چیز کا کوئی حتمی معنی نہیں۔ ہر لفظ یا چیز کا معنی ایک خاص تناظر میں ہوتا ہے۔ مثلاً شام آ گئی یا شام ہو گئی، ہم اسے اس تناظر میں سمجھیں گے کہ شام کا وقت ہے۔ شام آ گیا تو اس سے مراد شام ہے جو ہندی کا اساطیری کردار ہے۔ اس ضمن میں یوں کہیں تو بہتر ہو گا:

"Meanings are context bound and contexts are bundless."

اب نقاد یا قاری کا کام حتمی معنی کی تلاش نہیں بلکہ جتنے بھی تناظر ہیں ان کی تلاش ہے۔ ادب میں ادبی تحریکوں کے اثرات بھی گلوبلائزیشن کے مرہونِ منت ہیں۔ بہت سی عالمی تحریکیں اسی ذریعے سے ایک سے دوسری زبان یا دوسرے ملک کے ادب میں فروغ پاتی ہیں۔ اس کی مثالیں نسائیت، نئی تاریخیت، کلونیل ازم، پوسٹ کلونیل ازم، مابعد جدیدیت، ترقی پسندی، نفسیات اور مارکسزم وغیرہ ہیں۔

دُنیا کی ہر زبان کے ادب میں کچھ کتابیں یا ادب ایسا ہوتا ہے جو کلاسیک کا درجہ رکھتا ہے، جس کو ادب عالیہ قرار دیا جاتا ہے۔ گلوبلائزیشن کے ذریعے سے اس بات کا تصور ختم ہو گیا بلکہ ان کا تصور ختم کر کے ایسے ادب کو فروغ دیا جانے لگا جو فوری طور پر Relevent معلوم ہو۔ اب ایسا ادب تخلیق کیا گیا جو نوآبادیات کے بعد کے دور کی نمائندگی کرتا ہے یا عصرِ حاضر کے اہم مسائل کو مدِ نظر رکھ کر لکھا جاتا ہے۔ اس کے زیرِ اثر معیاری اور غیر معیاری ادب کا تصور تقسیم ہوتا جا رہا ہے۔ ادب میں سماجی علوم و نظریات کی کمی واقع ہو رہی ہے اور ان کی جگہ انفارمیشن ٹیکنالوجی اور مینجمنٹ سائنسز نے لے لی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ادب آپ کے اندر کے کمپیوٹر کو ٹھیک کر سکتا ہے مگر میز

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

پر پڑے کمپیوٹر کو نہیں۔ آج کے دور میں میز پر پڑے کمپیوٹر کو درست کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ایک مصنف کے بقول "اگر داخلی چیز کو درست نہ کیا جائے تو خارجی اشیا میں گڑبڑ ہو سکتی ہے۔" ادیب کسی بھی تجربے کو قبول کرتے ہوئے آنکھیں بند نہیں کرتا بلکہ داخلی آنکھ سے اپنے اندر اتارتا ہے اور پھر اپنی روح میں سمو کر اس تجربے کو فن پارے کی صورت سامنے لاتا ہے بڑے فنکار کی یہ صلاحیت عروج پر ہوتی ہے کہ وہ زہر کو بھی امرت بنا کر پیش کرتا ہے۔

اُردو ادب پر گلوبلائزیشن کے اثرات فکر اور فن کے حوالے سے واضح طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ انہی اثرات کی بدولت اکیسویں صدی میں "فری مارکیٹ" کے نظریہ نے اشیا، سروسز، ادب اور سرمائے کی بین الاقوامی نقل و حرکت کے عمل کو تیز تر کر دیا ہے۔ اقبال نے "قسمت نامہ سرمایہ ٔمزدور" کے عنوان سے سرمایہ داری کے نظام پر قائم ورلڈ آرڈر کے جو خدوخال یا عہد نامہ پیش کیا ہے اس میں یہی ہے کہ ایک دُنیا پروڈیوسرز کی ہے جو غریب صنعتی نظام کا جنجال اپنے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں اور ایک دنیا محنت کشوں اور کنزیومرز کی ہے جس کے لیے کلیسا، مندر اور معبد کی ازلی سریلی آوازیں وقف ہیں۔ املاک اور باغات زر اندزوں کے لیے ہیں اور باغِ بہشت، سدرہ و طوبیٰ بے زروں کے لیے۔ مرغابی، تلور و کبوتر پہلے طبقے کے لیے اور ظلِ ہما، شہپر و عنقا دوسرے طبقے کے لیے۔ نظم کا کلائمکس یہ ہے کہ جب سرمایہ دار وسیع القلبی سے کام لے کر بے زر مزدور سے کہتا ہے کہ اس مٹی اور اس کے شکم میں چھپی معدنیات چلو میں لے لیتا ہوں اور زمین سے عرشِ معلی تک کا علاقہ تمہارے لیے ہے:

ایں خاک و آنچہ در شکمِ اوزانِ من
وز خاک تابہ عرشِ معلی ازانِ تو

اقبال اپنی نظم "لینن خدا کے حضور میں" عہد جدید کے تجارتی نظام کو وضاحت سے بیان کرتے ہیں:

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبیر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم و مساوات (۸)

مزدور اور سرمایہ دار کے حوالے سے ایک اور جگہ اس طرح فرماتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات
کب ڈُوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دُنیا ہے تیری منتظر، روزِ مکافات (۹)

پنجابی شاعر شریف کنجاہی بھی آغاز میں اُردو شاعری کرتے رہے مگر جلد ہی اپنے طبقے کے لوگوں کے مسائل کو محسوس کرتے ہوئے پنجابی کی طرف لوٹ آئے۔ عالمگیر موضوعات و رجحانات کو بڑی خوبصورتی سے اپنی نظم و نثر اور تنقید کا حصہ بنایا۔ وہ غریب کے حامی ہیں۔ ترقی پسندانہ سوچ و فکر ان کے ایک ایک لفظ سے جھلکتی ہے۔ لکھتے ہیں:

دِن چڑھے تے ٹوکری ڈھون لگے، شامیں چھلڑے دار وادار ہووے
آوے گھر تے کھان نُوں کیہہ لبھے رُکھی روٹی تے نال اچار ہووے
ایہناں پیسیاں نال ایہہ آپ سوچو
فیلسوفیاں کرے کہ ڈنگ ٹورے
اخنی قورمے اوہدے نصیب کتھے
اپنی رَت پیوے، اپنے ہڈ کھورے
تسیں وچ کتاباں ہزار لکھو "لو کو دُدّھ پیو، لو کو پھَل کھاؤ"
ہفتہ صحت منان نُوں ریڈیو تے لکھ وار دُہائیاں پئے پاؤ
وٹامن پروٹین دِیاں گتھکلاں نال کالے ورقیاں تے ورقے کری جاؤ
بھکھ بھانگڑے پاوندی کیوں جگ تے سوچو کدے نہ ایس تے چِت لاؤ (۱۰)

شریف کنجاہی عہد حاضر میں مسائل کے شکار لوگوں سے ہمدردی کرتے ہوئے انسانیت کے مقام سے گرے ہوئے استحصالی طبقے پر سخت چوٹ و تنقید کرتے ہیں۔ وہ غیر مساوی تقسیم کے بھی خلاف ہیں۔ اُنھیں افسوس ہے کہ بھلائی کا تصور ختم ہوتا جارہا ہے:

مَیں وسدا جس نگری اُس دے وچ نہ کوئی درزی
ہولی ہولی چولا میرا ہوندا جائے لیراں (۱۱)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ن۔م۔راشد اپنی شاعری میں جدید انسان کی نفسیات بڑی خوبصورتی سے پیش کرتے ہیں۔اس سلسلے میں اُن کی نظم ''اندھا کباڑی'' کے حوالے سے ''میرے بھی ہیں کچھ خواب'' بہت عمدہ ہے۔ شہر کے گوشوں میں بکھرے شکستہ سر بریدہ خواب کہ جن سے شہر والے بے خبر ہیں،ڈھونڈتا پھرتا ہے:

کہ اُن کو جمع کر لوں
دل کی بھٹی میں تپاؤں
جس سے چھٹ جائے پرانا میل
اُن کے دست وپا پھر سے اُبھر آئیں
خواب لے لو خواب
صبح ہوتے چوک میں جا کر لگاتا ہوں صدا
خواب اصلی ہیں کہ نقلی؟
یوں پرکھتے ہیں کہ جیسے اُن سے بڑھ کر
خواب دان کوئی نہ ہو
خواب گر میں بھی نہیں
صورت گر ثانی ہوں بس
ہاں مگر میری معیشت کا سہارا خواب ہیں[۱۲]

''لا۔ انسان'' کی ایک عجیب و غریب نظم ''تعارف'' میں تو راشد ٹوٹے پھوٹے اور بھولے بسرے خوابوں کو جمع کرنے کا خیال بھی ترک کر چکے ہیں یہاں تو وہ انسانوں کے ایک گروہ کو بے دریغ موت کی آغوش میں سلا دینا چاہتے ہیں۔راشد کی شاعری کی یہ جہت جدید انسان کی زندگی کی بے سمتی اور عدم مقصدیت کو پیش کرتی ہے۔

''اُن کی نظم ''زنجیر'' میں ظلم پروردہ غلاموں کے لیے پیغام انقلاب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے:

گوشۂ زنجیر میں
اِک نئی لرزش ہویدا ہو چلی
ہر جگہ پھر سینۂ نخچیر میں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اِک نیا ارمان نئی اُمید پیدا ہو چلی
شکر ہے دنبالہ نخچیر میں
اِک نئی جنبش نئی لرزش ہویدا ہو چلی

راشد سماجی حقائق کو اپنی داخلی دنیا سے منطبق کر کے تحریر کرتے ہیں۔ ان نظموں میں عالمگیر تجربات کا اظہار ہے۔ راشد کی آپ بیتی گویا جگ بیتی کی ترجمان ہے۔" (۱۳)

راشد کی نظم "تیل کے سوداگر" معاشیات کے حوالے سے اہم ترین نظموں میں شمار ہوتی ہے:

تیل کے سوداگر
کئی دن سے رہزن ہیں خیمہ فگن
تیل کے بوڑھے سوداگروں کے لبادے پہن کر

انوار احمد اظہار خیال کرتے لکھتے ہیں:

"چند ایسے قلم کار بھی ہو سکتے ہیں جو اپنے فن کی معراج سرکاری پذیرائی کو خیال کرتے ہوں یا ایک بہت بڑے حلقے کی آٹو گراف طلبی کو مجید امجد کی حسرت کا کفارہ خیال کرتے ہوں۔" (۱۴)

منیر نیازی عہد جدید کے انسان اور زمانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

ڈر کے کہیں کسی سے چھپ جاتا ہے جیسے سانپ خزانے میں
زر کے زور سے زندہ ہیں سب خاک کے اس ویرانے میں
جیسے رسم ادا کرتے ہوں، شہروں کی آبادی میں
صبح کو گھر سے دور نکل کر، شام کو واپس آنے میں
دل کچھ اور بھی سرد ہوا ہے، شام شہر کی رونق سے
کتنی ضیاء بے سود گئی شیشے کے لفظ جلانے میں (۱۵)

منیر نیازی علامت نگاری اور ایمائیت کی تحریکوں سے بہت متاثر تھے۔ اُنھوں نے برصغیر کے سامراجی تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے بعد نوزائیدہ مملکت کو درپیش جاگیردارانہ نظام کے مسائل، قباحتوں اور نوآموز

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ملک کو درپیش چیلنجز کے علاوہ قتل وغارت اور جنگل کے سے قانون کے بارے میں بیان کرنے کے لیے جو علامتی انداز اختیار کیا ہے، وہ زیادہ تر قدیمی اور تہذیبی علامتیں ہیں۔ نظم "کجھ کرو" پنجابی داستانی کردار "رانجھا" اور "مرزا" کی بہادری کی علامت میں معاشرتی بدصورتیوں کی اصلاح کی بات کرتے کہتے نیں:

سِرتے گُھپ ہنیرتے دھرتی اُتے کال
پیریں کنڈے زہر دے لہو وچ بُجھے وال
جتن کرو کجھ دوستو، توڑو موت دا جال
پھڑ مُرلی اوئے رانجھیا، کڈھ کوئی تِکھی تان
مار کوئی تیر اوئے مرزیا، کھچ کے ول اسمان (۱۲)

عالمگیریت نے اُردو پنجابی فکشن پر بھی خاطر خواہ اثرات مرتب کیے ہیں۔ یورپ سے آنے والی فکشن کی اصناف مثلاً افسانہ، ڈرامہ، ناول، تنقید اور انشائیہ نے جہاں مقامی ادب میں ہیئتی تبدیلی کی وہیں موضوعات اور رجحانات بھی تبدیل ہوئے۔ یوں عالمگیریت کی بدولت نئی اصناف، نئی ہیئتیں اور نئے موضوعات و رجحانات ادب کا حصہ بنے۔ یہ اثرات جہاں ہندوستان کی بڑی زبانوں پر مرتب ہوئے وہیں علاقائی زبانوں میں بھی دیکھنے میں آئے۔ اُردو فکشن میں سعادت حسن منٹو، منشی پریم چند، کرشن چندر، اوپندر ناتھ اشک، غلام عباس، قراۃالعین حیدر، انتظار حسین، فیض احمد فیض، ن۔م۔راشد، مجید امجد، اشفاق احمد، بانو قدسیہ، احمد ندیم قاسمی اور بے شمار لکھنے والے سامنے آئے جنھوں نے ادب کے روایتی دھارے کا رخ بدل کے رکھ دیا۔

غلام عباس کا افسانہ "کتبہ" ایک شخص کی خواہش اور تمنا کی کہانی ہے کہ لوگوں کے خواب، آرزوئیں اور خواہشات بالکل Rat race کی طرح ہیں جو ایک دوسرے کو روند کر آگے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اشفاق احمد کا افسانہ "گڈریا" اُردو ادب کا لازوال شاہکار ہے۔ کہ جب بلوائیوں کے مطالبے کے جواب میں ان سے پوچھتا ہے کہ بھائی کون سا کلمہ سنو گے؟ اور جب وہ نہ جاننے والے حقارت اور استہزا سے کہتے ہیں کہ ابے! کلمے بھی کیا تین چار ہیں؟

مجید امجد نے تخلیقی عمل کو عملِ خیر کہا تھا جو بدلنے کے فریب میں مبتلا دنیا میں بھی ایک پیہم عمل کے طور پر جاری ہے۔ گلوبل ولیج کے قبائل اور ایکولوجیکل ولیج کا خواب دیکھنے والے بھی موجود ہیں جو اپنی تہذیب، ثقافت اور زبان کے پانی اور سبزے کو ہر طرح کے تبدیل شدہ منظر میں اپنے ساتھ رکھنے کے خواہاں ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

حاصل بحث یہ کہ گلوبلائزیشن کی اصطلاح اس قدر ہمہ گیر ہے کہ زندگی اور ادب و فن کے علاوہ ہر شعبۂ زندگی پر صادق آتی ہے۔ اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ گلوبلائزیشن کو مزید قطعی، مکمل اور نرم مزاج بنانے کی ضرورت ہے۔ یہ جہاں ایک نعمت ہے وہاں بہت سے معاشروں، تہذیبوں اور معیشت کے لیے مہربان ثابت ہونے کی بجائے پھانسی کے پھندے کی حیثیت بھی رکھتی ہے مگر اس کو سراہنے والے اسے اس جامع نظام کا اثر قرار دیتے ہیں جو لوگوں کی زندگی میں ہر طرف سے اثر انداز ہو رہا ہے۔ یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ اس کے اثرات مثبت سے زیادہ منفی کیوں ثابت ہو رہے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ گلوبلائزیشن بذات خود کوئی منفی شے نہیں ہے بلکہ یہ انسان کی منفی سوچ ہے جو اس کے مثبت پہلوئوں کو ماند کر دیتی ہے۔ اس حوالے سے Thomas friedman بجا طور پر کہتا ہے:

"It is just like fire, which itself not good not bad" (17)

عالمگیریت کے اچھے یا برے اثرات اس کے استعمال پر منحصر ہیں۔ اس کے پھیلاؤ کو روکا نہیں جا سکتا اور شاید اس سے بچا بھی نہیں جا سکتا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اس سے لاتعلق نہ رہیں اور اس کو نظر انداز نہ کریں۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اس بات کا خیال رکھیں کہ یہ ہمیں وہاں نہ لے جائے جہاں ہم جانا نہیں چاہتے۔ یعنی یہ ہمیں ہمارے احداف، ہماری ضروریات اور نظریات سے بیگانہ نہ کر دے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اکٹھے بیٹھ کر ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچیں اور اپنے اچھے مستقبل کے اصول و احداف وضع کریں جو ہمیں ایسی دنیا میں مدد دیں جسے ہم اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے چھوڑنا چاہتے ہیں:

> ”خدا کا شکر ہے کہ ہم زندگی کے اُس دور کی پیداوار ہیں جب زمانہ اور وقت ٹھہرا ہوا نہیں ہے۔ دونوں کو پر لگ گئے ہیں۔ ساری دنیا حرکت میں ہے کبھی قریب آتی ہے کبھی دُور چلی جاتی ہے۔ کم از کم ہمیں کولمبس کی طرح نئی دنیا دریافت نہیں کرنا پڑی۔ جو بھی رہی سہی دنیا ہے خود ہی اہل دل کی طرح کھنچی ہوئی قریب آ گئی اور جب لوگ قریب آ جائیں تو سارے رنگ مل جاتے ہیں۔ کبھی یہ رنگ مل کر بڑی خوبصورت تصویریں بناتے ہیں، کبھی بدنما دھبے۔“ (۱۸)

حوالہ جات

1. www.buzzle.com/articles/globalization.

2. http://globalization and culture-rediffblogs com/^/link.

3. http://en.wikipedia,org/wiki/globalization.

۴۔ منیر نیازی، کل کلام، لاہور: خزینہ علم وادب، ۲۰۰۲ء، ص:۲۹۔

5. Robert H Jackson, The evolution of international society, Oxford university press, 1999.

۶۔ بحوالہ، فائزہ انور، گلوبلائزیشن، عالمگیریت، ادب لطیف، لاہور: اکتوبر، نومبر ۲۰۰۸ء، ص:۱۱۳۔

۷۔ سہیل احمد خان، ڈاکٹر، محمد سلیم الرحمٰن، منتخب ادبی اصطلاحات، لاہور: شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء۔

۸ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، دہلی: اعتقاد پبلی کیشنز ہاؤس، ۱۹۸۱ء، ص:۱۲۰۔

۹۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص:۱۴۰۔

۱۰۔ شریف کنجاہی، جگراتے، لاہور: عزیز پبلشرز، ۱۹۸۶ء، ص:۲۷،۲۸۔

۱۱۔ شریف کنجاہی، اوڑک ہوندی لو، لاہور: پولیمر پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ص:۱۱۸۔

۱۲۔ ن۔م۔راشد، کلیاتِ راشد، دہلی: ایچ ایس آفسٹ پرنٹر، ۲۰۱۱ء، ص:۱۱۰۔

۱۳۔ آفتاب احمد، ڈاکٹر، ن۔م۔راشد: شاعر اور شخص، لاہور: ماورا پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص:۳۷،۳۸۔

۱۴۔ انور احمد، تقاریر (مضمون)، مشولہ: تحقیق نامہ، منتخب مقالات انٹرنیشنل کانفرنس، ۲۰۰۶ء، شمارہ: ۲۰۰۷ء شعبہ، اُردو جی سی یونیورسٹی لاہور۔ ص:۸۲۔

۱۵۔ منیر نیازی، کلیات منیر، لاہور: ماورا پبلشرز، ۲۰۰۶ء۔

۱۶۔ منیر نیازی، کُل کلام، لاہور: خزینہ علم وادب، ۲۰۰۲ء، ص:۲۵۔

17- Friedman thomas, L, The dell theory of conflict prevention, Emergin: a reader ed, barelay barrior. Bostan: Bedford st. martins.

۱۸۔ حسینہ معین، تقریر، مشمولہ: تحقیق نامہ، منتخب مقالات، انٹرنیشنل کانفرنس ۲۰۰۶ء، شمارہ: ۲۰۰۷ء، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی لاہور، ص:۸۳۔